www.KitaabPoint.Blogspot.com

چراغ..... محمد ریاض بٹ

ویسے تو ہم پولیس والوں کی زندگی کے شب و روز مصروف ہی گزرتے ہیں لیکن جب فرصت کے لمحات میسر آتے ہیں اور یہ ذرا طویل ہونے لگتے ہیں تو جی چاہتا ہے کہ پھر مصروفیات کے دن لوٹ آئیں وہ بھی ایسے ہی دن تھے۔ سردی عروج پر تھی' کافی دنوں سے بارش نہیں ہوئی تھی ہر طرف گرد و غبار تھا اور ڈاکٹروں کے وارے نیارے تھے۔ مجھے اس دن تھانے میں آئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ سپاہی انور نے آ کر مجھے سلیوٹ کیا اور گویا ہوا۔

''سر! ایک حادثے کی اطلاع آئی ہے۔''

میں اپنی کرسی پر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور جن کاغذوں کی ورق گردانی کر رہا تھا ان کو ایک طرف رکھا اور سپاہی کی طرف دیکھتے ہوئے میں نے کہا۔

''بھئی کیسا حادثہ.....اور اطلاع لے کر کون آیا ہے؟''

''سر دو بندے آئے ہیں وہ کہتے ہیں مالکن نے تاکید کی ہے کہ صرف تھانیدار صاحب کو بتانا ہے۔''

''اچھا۔'' میں نے ہنکارا بھرا۔ ''ذرا ان کے درشن تو کراؤ۔'' سپاہی ''جی سر'' کہہ کر چلا گیا اور چند منٹوں بعد وہ جن دو بندوں کو لے کر آیا میں نے بغور ان کا جائزہ لیا۔

ایک جوان آدمی تھا' ہلکی ہلکی مونچھیں تھیں' رنگ گندمی اور چہرہ ذرا لمبوترا تھا۔ دوسرا آدمی پٹھان تھا' رنگ لال سرخ تھا اور صحت مند تھا۔ پھرتیلا لگتا تھا' ٹوٹی پھوٹی اردو میں بات کر لیتا تھا' بہرحال انہوں نے بتایا کہ ان کی مالکن افسانہ نے انہیں بھیجا ہے ان کی بہن رضوانہ نے خودکشی کر لی ہے اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی تفصیل نہیں تھی۔

میں نے ضروری تیاری کی اور سپاہی انور کو ساتھ لے کر جائے وقوعہ پر پہنچ گیا۔ یہ ایک وسیع و عریض کوٹھی تھی' آگے بڑھنے سے پہلے اس کوٹھی کے مکینوں کے متعلق کچھ بتاتا چلوں تو مناسب رہے گا۔

یہ کوٹھی ایک ٹیکسٹائل مل کے مالک رضوان صدیقی کی تھی' یہ ٹیکسٹائل مل اس شہر کے کونے میں واقع تھی اور بہت زیادہ پرافٹ میں جا رہی تھی۔ رضوان صدیقی وفات پا چکا تھا' اس کی بیوہ شبانہ کچھ عرصے سے بیمار تھی اس کے گردے فیل ہو گئے تھے۔

ان کی صرف دو بیٹیاں رضوانہ اور افسانہ تھیں' بیٹا کوئی نہیں تھا۔ رضوانہ نے اپنے کمرے میں خودکشی کی تھی اور اس وقت ہم اسی کے کمرے میں تھے' افسانہ اور اس کی پھوپی بھی اس وقت کمرے میں موجود تھیں۔ میں نے لاش کا بغور جائزہ لیا اس کو مرے پانچ چھ گھنٹے گزر چکے تھے اس نے شب خوابی کا لباس پہن رکھا تھا۔ ریشم کی بنی ہوئی نفیس اور خوب صورت رضائی اس نے اوڑھ رکھی تھی جو ابھی ابھی میں نے ہٹائی تھی۔

جب میں نے یہ کہا کہ لاش پوسٹ مارٹم کے لیے جائے گی تو افسانہ نے کہا۔

''تھانیدار صاحب آپ جو مناسب سمجھیں کریں' میں آپ کے کام میں مخل نہیں ہوں گی ویسے لگتا تو یہی ہے کہ رضوانہ نے خودکشی کی ہے۔''

''دیکھو بی بی! جب کوئی بندہ یا بندی غیر طبعی موت مر جاتی ہے تو پوسٹ مارٹم لازم ہو جاتا ہے۔'' میں نے نرم لہجے میں کہا۔ ''یہ بات تو تفتیش کے بعد ہی پتا چلتی ہے کہ اصل بات کیا ہے' ابھی میں آپ سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ آپ کس بنا پر کہہ رہی ہیں کہ آپ کی بہن نے خودکشی کی ہے۔''

لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوانے کے بعد میں رضوانہ کے کمرے سے نکل آیا اور افسانہ مجھے ایک سجی سجائی بیٹھک میں لے آئی اس کی پھوپی زینت صدیقی شاید اندر افسانہ کی امی کی طرف چلی گئی تھی۔

بیٹھک میں بیٹھ کر یہ احساس ہوا کہ اس کوٹھی کے مکین نہ صرف آسودہ حال ہیں بلکہ سجاوٹ کے سامان کے انتخاب میں بھی اعلیٰ ذوق رکھتے ہیں۔

سوال و جواب کی طرف آنے سے پہلے چند باتیں آپ کو بتا دیتا ہوں' رضوانہ کے کمرے کی باریک بینی سے تلاشی لینے کا پروگرام میں

www.KitaabPoint.Blogspot.com

نے فی الحال اگلے دن پر رکھ چھوڑا تھا۔ پہلے میں افسانہ اور اس کی ماں کا انٹرویو لینا ضروری سمجھتا تھا۔ ویسے میں نے کمرے کو سربمہر کرنے کا بندوبست تو کرنا ہی تھا' سپاہی انور کو میں نے لاش کے ساتھ بھیجنے سے پہلے حکم دے دیا تھا کہ وہ تھانے سے ہو کر جائے اور کانسٹیبل وزیر کو میرے پاس بھیج دے ظاہر ہے اسے ضروری سامان کے سات آنا ہے۔

بیٹھک میں میں کرسی پر بیٹھ گیا اور افسانہ میرے سامنے چارپائی پر بیٹھ گئی۔

''ہاں بی بی افسانہ! اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم کس بنا پر کہہ رہی ہو کہ تمہاری بہن نے خودکشی کی ہے؟'' چند لمحے تک وہ میری طرف خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی پھر گویا ہوئی۔

''تھانیدار صاحب! رضوانہ کافی دنوں سے پریشان تھی اور اکثر کہتی رہتی تھی کہ میں خودکشی کرلوں گی۔''

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی مجھے احساس ہوا ہے کہ دولت کی یہاں فراوانی ہے' آسودہ حال ہے پھر بلاوجہ یا کسی ٹھوس وجہ کے بغیر کوئی اپنی یا کسی کی جان نہیں لیتا۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''دیکھیں تھانیدار صاحب! دولت ہی سب کچھ نہیں ہوتی۔''

''بالکل' اس سے انکار ممکن نہیں اور بھی خواہشیں ہوتی ہیں' تقاضے ہوتے ہیں لیکن پھر وہی بات آ جاتی ہے کہ بغیر وجہ.....'' میں نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

''دراصل وہ ایک لڑکے سے محبت کرتی تھی جس نے اس کا دل توڑ دیا۔''

''اوہ۔'' نہیں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ ''کون لڑکا؟''

''یہ تو مجھے پتا نہیں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے' وہ تمہاری بہن تھی جب اس نے تم سے کہا کہ اسے ایک لڑکے سے محبت ہے' اس نے اس کے ساتھ بے وفائی کی تو تم نے ضرور پوچھا ہوگا کہ وہ لڑکا کون ہے؟'' میں نے ذرا رعب سے کہا۔

''تھانیدار صاحب! وہ اپنی مرضی کی مالک تھی' میرے اور اس کے درمیان زیادہ بے تکلفی نہیں تھی۔ محبت والی بات اس نے مجھ سے نہیں بلکہ اپنی خاص نوکرانی آفعہ سے کہی تھی اور خودکشی کی بات بھی آفعہ سے ہی کہی تھی اور وہی حرافہ اس کی رازدار تھی۔'' آخر میں اس کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

''تمہیں آفعہ نے یہ ساری باتیں کب بتائی تھیں؟''

''تھانیدار صاحب! آج صبح' وہ بھی جب میں نے اس سے پوچھا۔''

''کیا مطلب؟ بات کچھ پلے نہیں پڑی۔'' میں نے صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''آفعہ یہاں ہی رہتی تھی' اس نے کہا تھا کہ اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں۔ صبح سات بجے وہ رضوانہ کے لیے چائے لے کر جاتی تھی بقول اس کے آج وہ چائے لے کر گئی تو آوازیں دینے کے باوجود جب رضوانہ نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے چائے میز پر رکھی اور رضوانہ کی چارپائی کے قریب پہنچ گئی اور.....'' یہاں پہنچ کر اس کی آواز بھرا گئی۔ وہ خاموش ہوگئی آگے وہ جو کچھ کہنا چاہتی تھی میں سمجھ گیا تھا۔ ظاہر ہے اس نے گھر والوں کو اطلاع دی ہوگی اور دو بندے میرے پاس پہنچ گئے تھے۔

''وہ نوکرانی آفعہ کو ذرا میرے پاس لے کر آؤ۔''

''وہ تو چلی گئی' کہتی تھی پولیس مجھے پریشان کرے گی۔''

''تم نے اس کو روکا نہیں۔'' میں نے ذرا تیز لہجے میں کہا۔

''اس وقت میرا دماغ ماؤف ہوگیا تھا' اگر وہی مجھے پہلے بتا دیتی تو میں رضوانہ کو کبھی ایسا قدم نہیں اٹھانے دیتی' مجھے آفعہ پر بہت غصہ تھا۔''

''اب مجھے تم پر غصہ آ رہا ہے' تم نے ایک بہت اہم گواہ کو جانے دیا۔'' مجھے واقعی اس پر بے تحاشہ غصہ آ رہا تھا کبھی کبھی غصہ انسان کو ایسے ہی مقام پر لے آتا ہے کہ وہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو دیتا ہے' سیانے کہتے ہیں ''جب سانپ گزر جائے تو لکیر پیٹنے سے کچھ فائدہ نہیں

www.KitaabPoint.Blogspot.com

ہوتا‘‘ لیکن ہم پولیس والے لکیر کا پیچھا ضرور کرتے ہیں۔

اس کے بعد میں نے افسانہ سے نوکرانی کا حلیہ پوچھا تھا پھر اس کی جان چھوڑ کر اس کی امی سے ملا تھا۔ پھوپی پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی ان سے جو باتیں ہوئی تھیں ان کا ذکر آگے آئے گا۔ اس کے بعد میں نے کانسٹیبل وزیر کو (جو اس دوران وہاں پہنچ چکا تھا) ساتھ لیا اور کمرے کو سربمہر کروادیا۔

پھر ہم تھانے میں آ گئے‘ یہاں اے ایس آئی شاید میرے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا‘ حالانکہ افسانہ نے چائے کے لیے بہت زور لگایا تھا لیکن میں نے معذرت کرلی تھی۔ اپنے کمرے میں آ کر میں نے اے ایس آئی شاہد کے ساتھ چائے پی اور ہم اس کیس کے متعلق بات چیت کرنے لگے۔

’’سر! نوکرانی کا ملنا بہت ضروری ہے۔‘‘ اے ایس آئی نے انگلی سے ناک کُھجاتے ہوئے کہا۔

’’لیکن یہ بھوسے میں سوئی ڈھونڈنے والی بات ہوگی۔‘‘ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

’’یہ سوئی تو ڈھونڈنی ہی پڑے گی سر! آپ مجھے ذرا نوکرانی کا حلیہ تو بتائیں۔‘‘ پھر میں نے اسے نوٹ کیا ہوا حلیہ بتایا تھا اور وہ چلا گیا تھا۔

قارئین آپ حیران ہو رہے ہوں گے کہ اس بار میں نے کچھ الٹا کیا تھا یعنی کمرے کی باریک بینی سے تلاش کا پروگرام کل پر کیوں چھوڑ دیا تھا؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ میں نے پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کا انتظار کرنا تھا ویسے میں نے تلاشی تو لی تھی تکیے کے نیچے سے خواب آور گولیوں کی شیشی ملی تھی جو آدھی بھری ہوئی تھی وہ اس وقت میری جیب میں تھی جس کو تھانے میں پہنچ کر میں نے اپنی میز کی دراز میں رکھ دیا تھا۔ کمرے سے ایک ناول حنا اور پتھر بھی ملا تھا جو حمیدہ جبیں کا تحریر کردہ تھا۔ سب کی نظر بچا کر وہ میں نے پار کرلیا تھا اور سپاہی انور کے حوالے کر دیا تھا‘ وہ بھی اس وقت دراز میں موجود تھا۔

اس دن اس کیس کے سلسلے میں کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی‘ اگلے دن پوسٹ مارٹم کی رپورٹ آ گئی جس کے مطابق خواب آور گولیوں کی بہت زیادہ مقدار کھانے سے موت واقع ہوگئی تھی۔

خواب آور گولیوں کی جو بوتل مجھے ملی تھی وہ آدھی تھی‘ رپورٹ میں کوئی اور بات نہیں تھی صرف اتنا لکھا تھا کہ چائے کے ساتھ خواب آور گولیاں کھائی گئی تھیں‘ یہ اشارہ بھی دیا گیا تھا کہ شاید گولیاں پیس کر ڈالی گئی تھیں۔ ضروری کاغذی کارروائی کے بعد میں نے لاش ورثاء کے حوالے کر دی۔

یہ اسی شام کی بات ہے کہ میں اور کانسٹیبل وزیر رضوانہ کے کمرے میں موجود تھے‘ ہمارے ساتھ محلے کے دو معزز گواہ‘ افسانہ اور اس کا ایک ایک کزن بھی موجود تھا۔

کانسٹیبل میرے کہنے اور حکم کے مطابق چیزیں اٹھا اٹھا کر دیکھ رہا تھا‘ چائے میز پر نہیں تھی وہ میں نے کل لیبارٹری بھجوادی تھی جس کی رپورٹ ابھی نہیں آئی تھی یہ میں نے احتیاطاً ایسا کیا تھا ورنہ مجھے ذرا بھی شک نہیں تھا کہ اس میں کچھ ہوگا۔

جس چارپائی پر لاش ملی تھی اس کا گدا الٹا کر دیکھا نیچے کچھ بھی نہیں تھا‘ اردگرد بھی کوئی خاص چیز نہیں ملی۔ اب ایک خالص چمڑے کا بنا ہوا سوٹ کیس رہ گیا تھا‘ جو لاک تھا۔ میں نے گواہوں کی موجودگی میں تالا توڑ دیا‘ اندر زنانہ استعمال کی چیزیں اور قیمتی کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ سوٹ اور کپڑے باہر کے لگتے تھے‘ بعد میں افسانہ سے پوچھنے پر پتا چلا تھا کہ یہ سوٹ کیس اور کپڑے ایک سال پہلے باہر سے لائے تھے اس کے پاپا۔

کپڑوں کے نیچے آخر مجھے کام کی چیز مل ہی گئی‘ یہ ایک خوب صورت ڈائری تھی جو بالکل سادہ تھی لگتا تھا ابھی ابھی خریدی گئی ہے۔ میرا تجربہ یہ بھی کہتا تھا کہ شاید یہ کسی نے تحفہ دیا ہو‘ میں جب اس کی ورق گردانی کر رہا تھا تو اچانک ایک تصویر اس میں سے نکل کر فرش پر گر گئی‘ میں نے اٹھا کر دیکھا یہ ایک وجیہہ جوان کی تصویر لگتی تھی وہ بلیک اینڈ وائٹ کا دور تھا۔ میں نے جب افسانہ کو یہ تصویر دکھائی تو وہ بے ساختہ بول اٹھی۔

’’یہ تو حمید ہے‘ ہماری مل میں جنرل منیجر ہے۔‘‘

www.KitaabPoint.Blogspot.com

''اوہ.....'' میں نے معنی خیز نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر میں نے ڈائری اور تصویر کا مشیر نامہ تیار کیا اور دونوں گواہوں کے دستخط کروالیے۔

جب ہم تھانے میں واپس پہنچے تو رات کے آٹھ بج چکے تھے' سردیوں کے آٹھ بجے یوں لگتا ہے جیسے آدھی رات ہوگئی تھی۔ ڈائری اور تصویر کو میں نے دراز میں خواب آور گولیوں کی بوتل' حنا اور پتھر ناول کے ساتھ رکھ کر لاک کر دیا اور آرام کرنے گھر چلا گیا۔

سونے سے پہلے میں اس کیس کے سلسلے میں اپنے ذہن میں پلان بنا چکا تھا اگر کوئی بندہ خودکشی کرتا ہے تب بھی پولیس کو تفتیش تو کرنی ہی پڑتی ہے۔ اس کیس میں تو مجھے ایک شخصیت نے کہا تھا کہ آپ تفتیش ضرور کریں' ابھی میں اس شخصیت کا نام ظاہر نہیں کروں گا۔

اگلی صبح سردی کچھ کم ہوئی تھی' سورج وقت پر نکلا تھا اور ہر طرف اپنی چمکیلی دھوپ سے موسم کی خنکی کو کچھ کم کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ جب اے ایس آئی شاہد میرے کمرے میں آیا تو کچھ بجھا بجھا سا لگتا تھا جیسے ناکامی کے جھکڑ نے اس کی آس کے سب دیپ بجھا دیئے ہوں۔

''کیوں بھئی' منہ کیوں لٹکا ہوا ہے۔'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں گاڑھتے ہوئے کہا۔

''سر! نوکرانی کا کوئی سراغ نہیں مل رہا۔'' اس نے میرے سامنے پڑی ہوئی کرسی پر گویا گرتے ہوئے تھکی تھکی آواز میں کہا۔

''بھئی جو کچھ بھی ہو' امید کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ یہ لو۔'' میں نے میز کی دراز سے تصویر نکالتے ہوئے کہا۔ ''تم اس پر طبع آزمائی کرو' نوکرانی والا معاملہ میں کانسٹیبل وزیر کے حوالے کرتا ہوں اس کی بیوی اس قسم کے کاموں میں ماہر ہے۔''

''سر! اس تصویر کا جغرافیہ کیا ہے۔'' اس نے تصویر کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

پھر میں نے اسے تصویر کے جغرافیہ سے آگاہ کرتے ہوئے کہا ''تم نے اس کی تاریخ سے آگاہی حاصل کرنی ہے۔'' میں نے لہجے کو معنی خیز بناتے ہوئے کہا۔

''آپ بالکل فکر ہی نہ کریں سر!'' پھر وہ اجازت لے کر چلا گیا میں نے کانسٹیبل وزیر کو بلا کر نوکرانی والا معاملہ اس کے سپرد کر دیا۔ شام کو اے ایس آئی شاہد آیا تو اس کے چہرے پر بشاشت تھی۔

''سر! حمید صاحب نے اقرار کر لیا ہے کہ رضوانہ سے ان کی محبت چل رہی تھی لیکن تصویر اور ڈائری والے معاملے سے انہوں نے لاعلمی ظاہر کی ہے۔''

''پھر.....'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''تصویر اور ڈائری اس کے بیڈ تک کیسے پہنچی؟''

''میرا خیال ہے سر اسے تھانے میں بلا لیتے ہیں۔ یہاں کا ماحول شاید اسے راس آجائے ویسے میرا خیال ہے وہ کچھ باتیں چھپا رہا ہے۔'' اے ایس آئی نے خیال انگیز لہجے میں کہا۔

''آج ذرا اسے دوبارہ نہ ہی چھیڑیں تو بہتر ہے' کل سپاہی بھیج کر بلا لیں گے۔ باقی مِل کے متعلق تم نے کیا معلومات حاصل کیں۔''

''سر! تقریباً سات ماہ پہلے رضوان صدیقی صاحب کا انتقال ہوا تھا' اس کے بعد رضوانہ ہی مل کا نظام سنبھالے ہوئے تھی اور یہ منیجر (حمید) اس کا دایاں ہاتھ تھا۔''

''اوہ.....'' کیا رضوانہ مرنے سے پہلے روانہ مل میں جاتی تھی' میں نے ایک خیال کے تحت پوچھا۔

''دوسرے تیسرے دن سر!''

''منیجر نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ اس نے رضوانہ کا دل توڑ دیا تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''سر! اس نے گول مول باتیں کی ہیں' اس لیے تو میں کہتا ہوں کہ اسے ذرا تھانے کی سیر کروائی جائے۔''

''ٹھیک ہے کل یہ کام ہو جائے گا پھر دیکھیں گے کہ اس کی کتنی باتیں گول ہیں اور کتنی مول ہیں۔'' میں نے حتمی لہجے میں کہا۔

رضوانہ کے پاس ہر آسائش موجود تھی لیکن محبت کرنے والوں کے متعلق کوئی بات حتمی طور پر نہیں کہی جاسکتی کہ وہ محبت میں ناکامی کی صورت میں کیا کر گزریں گے؟ کہتے ہیں تلوار کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا' یہ تو محسوس کرنے کی بات ہے۔

انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے' اگلے دن جب میں نے کانسٹیبل وزیر کو مل میں منیجر حمید کو بلا کر لانے کے لیے بھیجا تو اس نے آ کر

www.KitaabPoint.Blogspot.com

بتایا۔

''سر! حمید صاحب ایک ہفتے کی چھٹی لے کر چلے گئے ہیں۔''

''چھٹی لے کر چلا گیا ہے.....'' میں نے زیرلب دہرایا۔ ''لیکن کیوں' ایسی کون سی مجبوری آن پڑی تھی۔''

''سر! مل میں کوئی کھل کر بات نہیں کر رہا' مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آ رہا ہے۔'' کانسٹیبل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ کانسٹیبل وزیر ایک ذہین اور سمجھ بوجھ رکھنے والا بندہ بلکہ پولیس اہلکار تھا۔

''بھئی عجیب معاملہ ہے لگتا تو مجھے بھی یہی ہے کہ کہیں کچھ گڑبڑ ضرور ہے اور یہ سیدھا سادہ خودکشی کا کیس نہیں ہے۔'' میں نے اپنے سامنے رکھے کاغذات کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔

اس کے بعد میں نے اسے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کاغذات نمٹائے تھے اور سوچوں کے گھوڑے دوڑانے لگا تھا۔ بات کچھ الجھ سی گئی تھی نہ جانے کیوں میری چھٹی حس مجھے خبردار کر رہی تھی کہ منیجر کا اچانک جانا خالی از مصلحت نہیں ہوسکتا اور ساتھ ہی یہ بھی محسوس ہو رہا تھا کہ مل میں پوچھ گچھ کا کچھ فائدہ نہیں ہونا۔

یہاں پر آ کر یعنی کیس کی اس اسٹیج پر آ کر میں ذرا رک گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ تفتیش کے گھوڑے کس سمت موڑے جائیں۔ آخر کافی سوچ بچار کے بعد میں نے کانسٹیبل وزیر کو ساتھ لیا اور رضوانہ صدیقی (مرحومہ) کی کوٹھی میں پہنچ گیا۔

سب سے پہلے افسانہ سے ملاقات ہوئی وہ ہمیں بیٹھک میں لے گئی اور اس بار ہمارے منع کرنے کے باوجود نوکروں کو ہماری خاطر مدارت کے لیے کہنے لگی اور جب گاجر کا حلوہ' اُبلے ہوئے انڈے اور کشمیری چائے ہمارے سامنے آئی تو اس نعمت خداوندی کو ٹھکرانا ہمارے لیے ممکن نہیں رہا' ساتھ ساتھ باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔

''بی بی! حمید صاحب اچانک کیوں چلے گئے؟''

''تھانیدار صاحب کل رات کو تقریباً سات بجے وہ کوٹھی میں آیا اور بتایا کہ پیچھے گھر میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے شاید کوئی لڑائی جھگڑا ہوا ہے۔ وہ چھٹی کی درخواست ساتھ لے کر آیا تھا۔'' افسانہ نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''اوہ!'' میں نے سوچ میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

''اچھا یہ بتاؤ' اس کا گھر کہاں ہے؟''

''وہ شیخوپورہ کا رہنے والا ہے لیکن تھانیدار صاحب آپ نے اس سے کیا پوچھنا ہے؟''

''بی بی آخر اس کیس کو ختم تو کرنا ہے نا' اس سے چند باتیں پوچھنی ہیں تم مجھے اس کا پتہ لکھوا دو۔'' اس نے جو پتہ بتایا وہ میرے کہنے پر کانسٹیبل وزیر نے نوٹ کر لیا جب ہم رخصت ہونے لگے تو افسانہ نے کہا۔

''ویسے تھانیدار صاحب میں اب حمید کو مل سے نکالنے کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔''

''کیوں؟'' میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''دیکھیں نہ تھانیدار صاحب! اس بے وفا کی وجہ سے میری بہن نے خودکشی کر لی' اگر میرے بس میں ہو تو میں اسے گولی مار دوں۔''

''بی بی! ایک تھانیدار کے سامنے ایسی خطرناک باتیں نہ کرو یہ نہ ہو کہ.....؟'' میں نے مزاح کے لہجے میں کہا وہ خاموش ہو گئی۔

''دیکھو بی بی! جب تک دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نہیں ہو جاتا' تم کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گی تم پہلے ہی ایک حماقت کر چکی ہو۔'' میں نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے ذرا ترش لہجے میں کہا۔

''کون سی حماقت تھانیدار صاحب؟''

''نوکرانی کو نہ روکنے والی حماقت۔'' میں نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

''سوری تھانیدار صاحب! میں شرمندہ ہوں' دراصل میرا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔''

''خیر جو ہوا سو ہوا۔ میں جلدی اس کیس کی فائل بند کر دوں گا۔'' میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

پھر ہم تھانے میں واپس آ گئے' ویسے میں اچھی طرح اطمینان کرنے سے پہلے اس کیس کی فائل کو بند کرنے کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتا

www.KitaabPoint.Blogspot.com

تھا۔ میں نے اے ایس آئی شاہد کو شیخوپورہ بھیجنے کا فیصلہ کرلیا تھا یہاں یہ بات بھی بتاتا چلوں کہ ابھی تک نوکرانی کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ اس کا کوئی اتا پتا تو تھا نہیں ہم نے اپنے طور پر کوٹھی کے ملازمین سے بھی کچھ معلوم کرنے کی سعی کی تھی لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات نکلا تھا۔

محبت والی بات کسی کے علم میں نہیں تھی البتہ روشنی کی ایک چھوٹی سی لکیر نظر آئی تھی لیکن اس لکیر کو بڑے خفیہ طریقے سے استعمال کرنا چاہیے تھا۔ ایک نوکر سے رضوانہ کی کسی شازیہ نامی سہیلی کا پتا چلا تھا وہ بھی ایک امیر ماں باپ کی بیٹی تھی۔

میں نے اس سے خود بات کرنے کی بجائے کانسٹیبل وزیر کی بیوی کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ اگلے دن میں نے اے ایس آئی شاہد کو شیخوپورہ بھیج دیا' اب اس نے ایک دن گزار کے آنا تھا۔

کہتے ہیں جب کوئی سبب ہونا ہوتا ہے تو موقع خود بخود بن جاتا ہے۔ کانسٹیبل وزیر کی بیوی نے اطلاع بھجوائی کہ شام ڈھلے فلاں محلے میں آجائیں۔

میں اور کانسٹیبل وزیر شام ڈھلے وہاں پہنچ گئے' یہ وہ وقت تھا جب دن کا اجالا شام کے اندھیرے میں مدغم ہو رہا تھا' دکانوں پر بلب جل چکے تھے۔ سردی عروج پر تھی' ہم سردی کا مقابلہ کرنے کے لیے مکمل تیاری کے ساتھ آئے تھا۔ یہ محلّہ مین بازار کے عین درمیان میں واقع تھا اور ہمارے تھانے کی حدود میں آتا تھا یہاں مزدور طبقہ لوگ یا بڑے بڑے بیوپاری رہائش پذیر تھے جو مکان ہماری منزل تھا وہ محلے کے وسط میں تھا۔

مکان کے اندر جس کمرے میں ہم بیٹھے تھے وہاں دن کو بھی روشنی یعنی بلب جلانے کی ضرورت تھی۔ عجیب سیلن زدہ کمرہ تھا جو اس بات کا گواہ تھا کہ یہاں سورج کی روشنی نہیں پہنچتی۔ میں نے اپنے سامنے بیٹھی خاتون کا جائزہ لیا یہ بلاشبہ وہی تھی جس کا حلیہ افسانہ نے ہمیں بتایا تھا اور یہ حلیہ مجھ سے براستہ کانسٹبل وزیر اس کی بیوی تک پہنچا تھا۔ یہاں اس بات کی وضاحت کردوں کہ ہم سادہ لباس میں تھے' ہمارے ساتھ وزیر کی بیوی بھی بیٹھی ہوئی تھی۔ میں نے ماحول کو خوشگوار بنانے کے لیے وزیر کی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''اگر یہ وزیر کی بجائے بادشاہ ہوتا تو میں تمہیں ملکہ کہتا لیکن اب.....'' میں نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''صاحب! میں تو ان کے چرنوں میں ہی خوش ہوں۔'' عورت عقل مند تھی فوراً میرا مقصد سمجھ کر وزیر کی طرف ہنس کر دیکھتے ہوئے کہا۔

''سر! لیکن اصل وزارت تو اس کے پاس ہے' یعنی کہ حکم کی بیگم والی۔'' میں ہنس پڑا اور میں نے دیکھا کہ خاتون کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی ہے یہ ایک گوری چٹی' بیضوی چہرے اور تیکھے نقوش والی خاتون تھی۔ جس قسم کا ماحول میں چاہتا تھا وہ بن گیا تھا۔ بات وزیر کی بیوی نے شروع کی۔

''صاحب آفعہ آج کل ملازمت کی تلاش میں ہے' دو دن پہلے میرے پاس آئی تھی۔'' اس نے خاتون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''لیکن آپ تو کہتی تھی کہ دو عورتیں آئیں گی' لیکن یہ تو.....''

''بی بی! اس بات کو چھوڑو کہ اس نے کیا کہا اور تم نے کیا سنا۔ ہم اپنا تعارف کروا دیتے ہیں' میں اس علاقے کا تھانیدار ہوں اور یہ کانسٹیبل وزیر اور یہ اس کی بیوی ہے۔'' میں نے وقت ضائع کرنے کی بجائے اپنا تعارف کروانا مناسب سمجھا۔

''تھانیدار.....'' اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔

''کیوں.....تم ڈر کیوں رہی ہو' کیا تم نے کوئی جرم کیا ہے؟'' میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''نہیں.....لیکن اس طرح.....؟''

''دیکھو بی بی! سیدھی بات یہ ہے کہ جس کوٹھی میں تم ملازمت کرتی تھیں یعنی جس لڑکی کی تم ملازمہ تھیں اس نے خودکشی کرلی تھی اور تم منظر سے غائب ہوگئی تھیں' ہمیں تمہاری تلاش تھی۔ اس لیے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔'' میں نے اسے جملہ پورا نہیں کرنے دیا۔

یہاں یہ بات بتانا مناسب ہوگا کہ کانسٹیبل وزیر کی بیوی نے پیغام کے ساتھ یہ بات بھی ہم کو پہنچائی تھی کہ تقدیر آفعہ کو اس کے در پر لے آئی تھی' کبھی کبھی ایسے بھی ہوتا ہے کہ مطلوبہ بندہ یا بندی خود چل کر قانون تک پہنچ جاتا ہے۔ اتفاقات شاید اسی کا نام ہے۔

www.KitaabPoint.Blogspot.com

''لیکن تھانیدار صاحب! میں نے کوئی جرم نہیں کیا' جب میں صبح چائے لے کر مالکن کے کمرے میں گئی تو.....'' پھر اس نے وہی باتیں بتائیں جو ہمارے علم میں آ چکی تھیں۔

''دیکھو آفعہ بی بی! تم یہ بتاؤ کہ پولیس کے پہنچنے سے پہلے تم کوٹھی سے آ کیوں گئیں؟''

''میں خود نہیں آئی' افسانہ نے کہا تھا کہ تمہاری مالکن مر چکی ہے اس لیے اب تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دوسرے تمہیں پولیس بلاوجہ پریشان کرے گی۔'' اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''کیا تم نے مستقل رہائش وہاں رکھی ہوئی تھی۔''

''جی ہاں! میرا آگے پیچھے تو ہے کوئی نہیں' خاوند فوت ہو چکا ہے ایک بیٹا تھا اس کو اپنا زیور بیچ کر باہر بھیجا اس نے چھ ماہ تو خطوط لکھے اور تھوڑے سے پیسے بھیجے پھر اس کا کچھ اتا پتا نہیں ملا۔ میں نے دو ماہ پہلے خط لکھا لیکن آج تک جواب نہیں ملا۔'' اس نے انتہائی دکھی لہجے میں کہا۔ وہ اندر سے بہت دکھی لگتی تھی ایسے کردار ہمارے معاشرے میں مل جاتے ہیں۔

''کیا تم نے آخری رات یعنی جس رات تمہاری مالکن (رضوانہ) نے خودکشی کی' تم نے اس کے اندر کوئی غیر معمولی بات محسوس کی تھی۔''

''غیر معمولی.....'' آفعہ نے زیرلب دہرایا پھر بولی۔ ''تھانیدار صاحب! وہ اس رات بہت خوش تھی کہہ رہی تھی تقریباً ایک ماہ بعد اس کی شادی اس کے محبوب سے ہو جائے گی۔''

''محبوب سے یعنی حمید سے.....'' میں نے اندھیرے میں تیر چلاتے ہوئے کہا۔ میں نے ابھی اس سے محبت والی بات نہیں پوچھی تھی یعنی افسانہ نے جو کہا تھا کہ آفعہ نے مجھے بتایا تھا کہ رضوانہ منیجر (حمید) سے محبت کرتی تھی اور اس نے اس کا دل توڑ دیا تھا بات چلتے چلتے خود ہی اس اسٹیج پر آ گئی تھی۔

''تھانیدار صاحب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں' مالکن تو اپنے پھوپی زاد سے محبت کرتی تھیں اور اس سے شادی کا کہہ رہی تھیں۔'' آخر میں آفعہ نے میرے سوال کے جواب میں ایک بات اور کہی تھی جس کا ذکر ابھی مناسب نہیں۔ ہم وہاں سے اٹھ کر تھانے میں واپس آ گئے۔

یہ کیس تو کسی اور سمت ہی چل پڑا ہے اور خودکشی انتہائی پُراسرار ہو گئی تھی۔ اگلے دن سہ پہر سے ذرا پہلے اے ایس آئی منیجر (حمید) سمیت واپس آیا۔

اس نے جب تفصیل سے سارے حالات بتائے تو یہ کیس خودکشی کا نہیں رہا بلکہ قتل کا کیس بن گیا تھا پھر قاتل کو بھی ہم نے گرفتار کر لیا اور اس سے اقبال جرم بھی کروا لیا۔

لیجیے جناب! معزز قارئین دھیرے دھیرے پردے اٹھاتا ہوں۔

جیسا کہ ذکر آ چکا ہے رضوان صدیقی کی صرف دو اولادیں تھیں یعنی رضوانہ اور افسانہ۔ افسانہ کی ماں صاعقہ اسے جنم دینے کے چند گھنٹے بعد اللہ کو پیاری ہو گئی تھیں رضوان صدیقی بیوی کے مرنے کی وجہ سے پریشان تو تھے ہی بیٹی کی وجہ سے مزید پریشان ہو گئے۔ ظاہر ہے افسانہ کو بوتل کے دودھ پر لگانا پڑا تھا' لیکن اتنی معصوم بچی کو سنبھالنا ان کے بس سے باہر تھا فل ٹائم ایک آیا رکھ لی گئی۔ رضوان کے بزرگوں نے سوچا ایسے کام نہیں چلے گا سوتیلی ماں لانے کا مسئلہ بھی ٹیڑھا ہی تھا آخر سوچ بچار کے بعد صاعقہ کی چوٹی بہن شبانہ کا انتخاب کیا گیا۔ وہ رضوان کی بیوی بن کر گھر میں آ گئی اور دو ماہ کی بچی یعنی اپنی بھانجی کو گود لے لیا۔ اس وقت افسانہ دو ماہ کی ہو گئی تھی۔

وقت کا پنچھی اپنی مخصوص رفتار سے چلتا رہا تقریباً ایک سال بعد شبانہ نے رضوانہ کو جنم دیا جب افسانہ نے ہوش سنبھالا تو اسے پتا چلا کہ اس کی ماں مر چکی ہے' اب آگے کی کہانی افسانہ کی زبانی سنئے۔

''تھانیدار صاحب! میں نے جب ہوش سنبھالا اور مجھے ساری بات کا پتا چلا تو میں نے سوچا کہ شکر ہے ڈیڈی کوئی غیر عورت ہیں لے کر آ گئے۔ میں مطمئن اور خوش تھی۔'' وہ چند لمحے رکی اپنا سانس درست کیا اور بولی۔

''لیکن جس طرح کہتے ہیں جوں جوں کمبل گیلا ہوتا ہے اس کے وزن کا پتا چلتا ہے مجھے بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ احساس ہوتا گیا کہ میری خالہ (موجودہ سوتیلی ماں اور پھوپی) مجھے منحوس سمجھتے ہیں اور اپنی بھاوج بہن اور میری ماں کی موت کا مجھے ذمہ دار سمجھتے ہیں۔'' یہاں آ کر اس کی آواز بھرا گئی' میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھ میں گزرے لمحوں کی یادیں پانی بن کر مچل رہی ہیں۔ اس نے اپنے آپ کو

www.KitaabPoint.Blogspot.com

سنبھال لیا اور دوبارہ گویا ہوئی۔ ''مجھے زیادہ دکھ اس بات پر ہے کہ میرے ابو نے اپنی محبت اور التفاؤ کا جھکاؤ رضوانہ کی طرف رکھا اور مجھے نظر انداز کرنا شروع کر دیا۔ اب یہی دیکھ لیں کہ ابو کے مرنے کے بعد مل کے معاملے میں رضوانہ سیاہ وسفید کی مالک تھی۔

میں بچپن سے محبت کو ترسی ہوئی تھی' میری زندگی میں صرف خزاں ہی خزاں تھی اچانک میرا کزن (پھوپی زاد) میری زندگی میں بہار بن کر آیا۔ اس نے مجھے اتنی محبت دی' اتنا پیار اور توجہ دی کہ میں ماضی کو بھول گئی لیکن اچانک یہ خبر کسی بم کی طرح میرے سر پر پھٹی کہ رضوانہ کی شادی پھوپی زاد سے ہو رہی ہے جب میں نے پھوپی زاد سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا۔

''میں امی کی وجہ سے مجبور ہوں تم بھی سب کچھ بھول جاؤ۔''

میں پاگل ہو گئی تھا نیدار صاحب! میرے دماغ میں صرف ایک بات آئی کہ رضوانہ میری خوشیوں کی قاتل ہے اور میں نے.....'' اتنا کہہ کر وہ رونے لگ گئی۔ کافی دیر بعد اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیئے اور بولی۔

''مجھے گرفتار کر لیں اور مجھے پھانسی سے کم سزا نہ دلوائیں۔''

سزا تو اس کو قانون کے مطابق ملنی تھی لیکن قارئین یقین جانئے مجھے اس سے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی لیکن میں اپنے فرض سے مجبور تھا۔ قانون جذبات کو نہیں مانتا اس نے ایک انسان کی جان لی تھی میں اسے چھوڑ نہیں سکتا تھا۔

چلتے چلتے یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس نے یہ سب کچھ کیسے کیا تھا جب اس کو پتا چلا کہ اس کی زندگی کی واحد خوشی بھی رضوانہ کی جھولی میں ڈالی جا رہی ہے تو وہ سراپا انتقام بن گئی۔ وہ اس قتل کو خودکشی کا رنگ دینا چاہتی تھی' اس نے خود ہی یہ کہانی مشہور کروادی کہ رضوانہ منیجر سے محبت کرتی تھی اور اس نے اس کا دل توڑ دیا تھا۔

وہ کوئی عادی مجرم یا قاتل تو تھی نہیں وقتی اشتعال سے مجبور ہو کر اس نے یہ سب کچھ کیا تھا۔ منیجر کی نوکری سے نکال دینے کی دھمکی دے کر اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ وقتی طور پر منظر سے غائب ہو جائے اور اگر کبھی پولیس کے ہتھے چڑھ جائے تو یہی بیان دے کہ واقعی وہ اور رضوانہ محبت کرتے تھے لیکن جب رضوان نے اسے شادی کے لیے مجبور کیا تو اس نے صاف صاف بتا دیا کہ وہ اس سے شادی نہیں کر سکتا' وہ بال بچے دار ہے لیکن جب اے ایس آئی شاہد اس کے گھر شیخوپورہ پہنچ گیا تو وہ پریشان ہو گیا اور گھبرا بھی گیا۔ اس نے اے ایس آئی کی منت کی کہ وہ یہاں زیادہ بات نہ کرے وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار ہے پھر اس نے یہاں (تھانے) میں آ کر ہمیں حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ آپ نے وہ سوال وجواب بھی پڑھ لیے ہوں گے جو آفعہ (نوکرانی) سے ہوئے تھے۔

ایک بات جو میں نے اس وقت نہیں بتائی تھی وہ یہ ہے کہ جس رات یہ واردات ہوئی تھی' افسانہ نے آفعہ سے کہا تھا کہ رضوانہ مجھ سے اکھڑی اکھڑی رہتی ہے۔ آج چائے لے کر میں خود جاؤں گی۔ اس طرح اس نے جو خواب آور گولیوں کی بوتل خریدی تھی اس کی آدھی گولیاں چائے میں ملا دی تھیں اور باقی آدھی بوتل صبح سرہانے کے نیچے رکھ دی جو چائے صبح آفعہ لے کر گئی تھی وہ صاف تھی۔

افسانہ نے اس بات کا بھی اقرار کیا تھا کہ اس کو سوٹ کیس کھولنے والے نمبروں کا پتا تھا' ایک دن اس نے موقع دیکھ کر منیجر (حمید) کی تصویر اور ڈائری (جو اس نے بازار سے خریدی تھی) سوٹ کیس میں رکھ دی تھی۔ تصویر اس نے منیجر سے حاصل کی تھی یہ سب بے وقوفی والی باتیں تھیں۔

ایک بات کی وضاحت نہیں ہو سکی تھی کہ رضوانہ نے یہ کیوں کہا تھا اپنی نوکرانی آفعہ سے کہ وہ بہت خوش ہے' اس کی شادی اس کے محبوب سے ہو رہی ہے۔ کزن نے ایسی کسی بات سے لاعلمی ظاہر کی تھی اس بات کی وضاحت کے لیے رضوانہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آ سکتی تھی یہ قیاس ہی کیا جا سکتا ہے کہ ہو سکتا ہے وہ خاموش محبت کرتی رہی ہو اور اقرار کی نوبت ہی نہ آئی ہو۔ قارئین آپ کا کیا خیال ہے؟ جس شخصیت نے تفتیش کے لیے کہا تھا وہ افسانہ کی پھوپی تھی البتہ ایک بار ضرور پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے۔